(تیرھویں قسط)

عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان

جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ فرمائیے برہان جولائی ۱۹۶۸ء)

ابن خُردادبہ[۱] (نویں صدی کا ربع ثانی):-

لنکا کے بعد (بحر بنگال پار کرکے) جزیرہ سُماترا (رامی) آتا ہے جہاں گینڈا پایا جاتا ہے، یہ ہاتھی سے چھوٹا اور بھینس سے بڑا ہوتا ہے، گھانس کھاتا ہے، گائے بکری کی طرح جُگالی کرتا ہے، یہاں ایسی بھینسیں ہیں جن کے دُم نہیں ہوتی، بید (خیزُران) پیدا ہوتا ہے اور بَقّم جس کی جڑ اگر گھسکر فوراً مارگزیدہ کے لگا دی جائے تو وہ اچھا ہو جاتا ہے، سمندری مسافروں نے اس کو سانپ کاٹوں پر آزما کر دیکھا ہے۔ یہاں کے جنگلوں میں ایک قسم کے ننگے آدمی پائے جاتے ہیں جو بات نہیں کرتے بلکہ سیٹی بجا کر اپنا مافی الضمیر ادا کرتے ہیں، ان کا قد چار بالشت کے بقدر ہوتا ہے، یہ انسان کو دیکھکر بھاگ جاتے ہیں، مرد اور عورت دونوں کی شرمگاہیں چھوٹی ہوتی ہیں، ان کے سر پر لال رواں ہوتا ہے اور یہ صرف ہاتھوں کے بل پیڑوں پر (اس پھرتی سے) چڑھ جاتے ہیں کہ اُن کے پیر درخت کو نہیں چھوتے۔

(سماترا کے) سمندر[۲] میں سفید فام آدمی ہیں جو تیر کر جہازوں کو آپکڑتے ہیں جبکہ جہاز ہوا کی طرح سمندر میں رواں ہوتے ہیں، اُن کے منہ میں عنبر ہوتا ہے جس کو وہ لوہے کے بدلہ بیچتے ہیں؛ یہاں

---

[۱] المسالک والممالک ص ۶۵-۶۶۔ [۲] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۵۰ پر سمندر کی جگہ ساحل لکھا ہے

ایک جزیرہ[1] ہے جس کے باشندے کالے ہیں، اُن کے بال گھنگرالے ہوتے ہیں اور وہ آدمی کے ٹکڑے کرکے کچا کھا جاتے ہیں، اس جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے جس کی مٹی آگ میں جل کر چاندی جاتی ہے۔

جاوا

جاوا (زانج) کے پہاڑوں میں اتنے بڑے بڑے اژدہے ہوتے ہیں کہ آدمی اور بھینس کو نگل جاتے ہیں اور بعض اژدہے ہاتھی تک کو چٹ کر لیتے ہیں، یہاں درخت کافور پایا جاتا ہے، وہ اتنا گھنا ہوتا ہے کہ سو سے زیادہ آدمی اس کے سایہ میں بیٹھ سکتے ہیں، اس کے تنے کے بالائی حصّہ میں شگاف لگا دیا جاتا ہے جس سے کئی گھڑے کافور کا رس نکل آتا ہے، پھر اُس شگاف سے ذرا نیچے بیچ تنے میں ایک دوسرا شگاف لگا دیا جاتا ہے، اس میں سے کافور کی ڈلیاں نکل آتی ہیں اور یہ درخت کا گوند ہوتی ہیں اور یہ کافور کے تنے کے اندر سے خارج ہوتا ہے اس کے بعد درخت میں کافور دینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی اور وہ خشک ہو جاتا ہے۔ یہ جزیرہ بہت سے عجائب کا مظہر ہے۔

جزائر نکوبار

جو لوگ چین جانا چاہتے ہیں وہ (جنوبی ساحل ہند کے بندرگاہ) بلّین[2] سے لنکا کے مغربی سمندر کی جانب مڑ جاتے ہیں۔ لنکا سے نکوبار (لنگبالوس) دس سے پندرہ دن کی مسافت ہے۔ نکوبار کے باشندے ننگے رہتے ہیں، ان کی غذا کیلا، تازہ مچھلی اور ناریل ہے، لوہا ان کی دولت ہے۔ وہ (بیرونی) تاجروں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے اور ربط و ضبط رکھتے ہیں، جزیرۂ نکوبار سے ملایا (جزیرہ کلہ) تک چھ دن کی مسافت ہے۔ ملایا پر جابہ ہندی کی حکومت ہے، یہاں ٹین[3] کی کانیں ہیں اور بید کے

---

[1] نزہۃ المشتاق قلمی: برہودہ ہرامن کا نام جاوش ثبت ہو لیکن صحیح باروس ہے جس کا ذکر عنقریب آئیگا خلیج منار میں Tuticorin کے قریب۔ [3] متن کے الرصاص القلعی سے مراد ٹن نامی چمکدار دھات ہے جس کا پالش لوہے کو گھسنے اور زنگ آلود ہونے سے باز رکھتا تھا قلعی کلہی کی تعریب ہے اور کلہی میں ہی نسبت کی ہے۔

نگل پائے جاتے ہیں، ملایا کے بائیں طرف دو دن کی مسافت پر جزیرۂ بالُوس[1] ہے، یہاں کے باشندے آدم خور ہیں، یہاں عمدہ قسم کا کافور ہوتا ہے، اس کے علاوہ کیلا، ناریل، گنّا اور چاول کی کاشت ہوتی ہے، بالُوس سے جزیرۂ جابہ، شَلاھِط اور ھَرلَج، سات[2] میل (دو فرسخ) دور ہے، ہَرلَج بڑا جزیرہ ہے، اس کا راجہ سونے کے زیور اور ٹوپی پہنتا ہے اور مورتی پوجا کرتا ہے۔ ھَرلَج میں ناریل، کیلا اور گنّا پایا جاتا ہے۔ شَلاھِط میں صندل، بالچھڑ اور لونگ (قُرنفُل) ہوتی ہے، جابہ میں ایک چھوٹا پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر ڈیڑھ سو فٹ (سو ذراع) طول اور اتنے ہی عرض میں، آگ جو بقدر نیزہ بلند ہوتی ہے ہر وقت جلتی رہتی ہے۔ دن میں آگ سے دھواں اٹھتا ہے اور رات میں وہ جگمگانے لگتی ہے۔۔۔۔۔

جابہ سے جزیرہ مَایِط[3] قریب ہے۔ مایط کے بائیں طرف جزیرہ تیومن[4] TIOMAN. (تیومہ) واقع ہے، یہاں عود ہندی اور کافور ہوتا ہے، تیومن (تیومہ) سے تھائی لینڈ (قمار) پانچ دن کی بحری مسافت ہے، تھائی لینڈ میں عود قماری اور چاول ہوتا ہے، یہاں سے سمندر کے کنارہ کنارہ کمبوڈیا (صنف) تین دن کی مسافت ہے، یہاں مشہور صنفی صندل پایا جاتا ہے، یہ قماری صندل سے بہتر ہوتا ہے کیوں کہ یہ اپنے ثقل اور عمدگی کے باعث پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ کمبوڈیا میں گائے اور بھینس پائی جاتی ہے۔

---

[1] عجائب الہند ص ۲۷۸ پر نالوش قلمبند ہوا ہے

[2] یہاں عبارت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ ادریسی کے بیان مندرجہ نزہۃ المشتاق قلمی سے اس کی تصحیح کی جا سکتی ہے، لکھتا ہے، ۔ جزیرہ ساترا سے متصل جزیرہ جابہ، سَلاھِط اور ہَرلَج ہیں اور ان میں سے ہر ایک دو فرسخ یا اس کے لگ بھگ وسیع ہے اور ان تینوں پر راجہ جابہ کی حکومت ہے۔ ابن رستہ نے الاعلاق میں لکھا ہے کہ ہَرلَج، مہراج کا سپہ سالار تھا۔ [3] عجائب الہند بزرگ بن شہریار میں اس کے فرانسیسی ایڈیٹر کا چھاپا ہوا جو نقشہ ہے اس میں مایط کی نشان دہی موجودہ جزیرہ بنگکا BANGKA کی جگہ کی گئی ہے جو جنوبی ساترا کے پاس مشرق میں واقع اور بڑی ہوتی ہیں کہ

[4] جنوبی ملایا کے مشرقی سمندر کا ایک جزیرہ۔

یہاں سے ٹان کنگ[۱] (نوقین) تک جو چین کے اولین بندرگاہوں میں سے ایک بندر ہے سمندر اور خشکی دونوں راستوں سے تقریباً سو اتین سو میل (سو فرسخ) فاصلہ ہے، یہاں چینی تمر، چینی ریشم اور اعلیٰ قسم چینی پیالے پائے جاتے ہیں؛ اور چاول کی زراعت ہوتی ہے۔ ٹان کنگ (نوقین) سے کینٹن Canton (خانفو) جو سب سے بڑا چینی بندرگاہ ہے بذریعہ سمندر چار دن کی اور براہ خشکی بیس[۲] دن کی مسافت ہے یہاں ہر قسم کا پھل، سبزی، گیہوں، جو، چاول اور گنا پایا جاتا ہے۔

سلیمان تاجر[۱] (نویں صدی کا ربع ثالث):۔

سماٹرا

لنکا کے بعد بحر نبکال (سمر لند) تیا سفر کرنے پر متعدد جزیرے نمودار ہوتے ہیں جو شمار میں تو زیادہ نہیں لیکن سائز میں بڑے ہیں، ان کی تعداد صحیح طور پر متعین نہیں کی جا سکتی، اُن میں سے ایک جزیرہ سماٹرا (رامنی) کہلاتا ہے، یہاں کئی راجہ حکومت کرتے ہیں، اس کا رقبہ دو ہزار پانچ یا سات سو میل (آٹھ سو یا نو سو فرسخ) بتایا جاتا ہے، یہاں سونے کی کانیں ہیں اور اس کے جنوبی ساحل پر ایک معدنی علاقہ ہے جس کو پنچور (فنصور) کہتے ہیں، یہاں اعلیٰ قسم کا کافور ہوتا ہے، سماٹرا سے متصل کئی اور جزیرے ہیں، اُن میں سے (جنوب مغرب میں) ایک کا نام نیاس[۲] (اسنیان) ہے، یہاں بڑی مقدار میں سونا نکالا جاتا ہے، باشندے ناریل کھاتے ہیں اور اس کا تیل اور تیل میں پکے ہوئے کھانے استعمال کرتے ہیں، جب کوئی شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو اسی وقت لڑکی ملتی ہے جب وہ قتل کردہ دشمن کا سر پیش کر دے، اگر وہ دشمن کے دو سر لے آئے تو دو شادیاں کر سکتا ہے اور اگر پچاس آدمی قتل کر دے تو پچاس عورتوں سے شادی کر سکتا ہے، وجہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کے دشمن بہت ہوتے ہیں اور جو شخص دشمن مارنے کا زیادہ حوصلہ دکھاتا ہے اس سے شادی کرنے کی طرف اُن کا میلان

---

[۱] خلیج ٹانکنگ (Gulf of Tonking) میں واقع شمالی ویتنام کا پایۂ تخت ہینائے (Hanoi) کے قریب۔

زنگ آلود ہونے سے اس کے آس پاس کوئی دوسرا بندرگاہ مراد ہے۔ [۲] دیکھو نقشہ ۱۴۵

ہند میں بیان قلمبند ہوا ہے جو اسفیان کی نسبت نیاس سے قریب تر ہے۔

زیادہ ہوتا ہے۔

سوماترا (رامنی) میں ہاتھی بہت ہوتے ہیں، نیز لکڑی اقم اور بید (تیزران) کی بھی بہتات ہے۔ یہاں ایسے لوگ ہیں جو آدمی کا گوشت کھا جاتے ہیں۔ سوماترا بحر بنگال (بحر ہند) اور تنگنائے ملکا (شلاہط) کے سمندروں میں ابھرا ہوا ہے۔ تنگنائے ملکا (شلاہط) کے بعد (مغرب میں) جزائر نکوبار (لنجبالوس) آتے ہیں، یہاں کافی بڑی آبادی ہے، مرد بالکل ننگے رہتے ہیں اور عورتیں شرمگاہ پہ پتوں سے آڑ کرلیتی ہیں۔ جب یہاں سے جہاز گذرتے ہیں تو نکوباری چھوٹی بڑی کشتیوں میں سوار ہو کر آتے ہیں اور عنبر نیز ناریل کے بدلہ لوہا، ضرورت کا کپڑا اور دوسری چیزیں خریدتے ہیں، چونکہ یہاں زیادہ سردی نہیں پڑتی اس لیے نکوباریوں کو کپڑے کی زیادہ ضرورت نہیں ہوتی۔

جزائر انڈمان

نکوباریوں کے عقب میں (بسمت شمال) دو جزیرے ہیں جن کے درمیانی سمندر کو انڈمان (اندامان) کہتے ہیں۔ ان جزیروں کے باشندے آدم خور ہیں، ان کا رنگ کالا ہوتا ہے، بال گھنگرالے، صورتیں بھدی، آنکھیں ڈراؤنی، پیر ہاتھ ہاتھ بھر کے، جسم برہنہ۔ ان کے پاس کشتیاں تک نہیں ہوتیں، اگر ہوں تو وہ ادہر سے گذرنے والے سمندری مسافروں کو کھا جائیں۔ کبھی ہوا کے ناموافق یا ہلکا ہونے سے سمندر میں جہاز کی رفتار سست ہو جاتی ہے اور پانی کا ذخیرہ قبل از وقت ختم ہو جاتا ہے تو جہاز والے انڈمانیوں کے پاس جاتے ہیں اور ان سے میٹھا پانی مانگتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اہل جزیرہ ان سمندری مسافروں پر حملہ کر کے ان کو لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں اور بیشتر قتل کر ڈالتے ہیں۔

ان سمندروں (یعنی بحر بنگال، بحر انڈمان اور تنگنائے ملکا) میں زوردار ہوائیں اٹھتی ہیں جن سے سمندر میں ایسا تلاطم پیدا ہوتا ہے جیسا آگ پر رکھی ہوئی ہانڈی میں، سمندر کی موجیں اس میں واقع ہونے والے جزیروں پر شدت سے پڑنے لگتی ہیں اور جہازوں کو توڑ پھوڑ ڈالتی ہیں اور بڑی بڑی مردہ مچھلیوں کو سمندر میں اچھالتی ہیں۔ بعض اوقات موجیں اتنی بڑی اور زوردار ہوتی ہیں کہ چٹانوں اور پتھروں کو اس طرح اکھیڑ پھینکتی ہیں جس طرح کمان تیر کو پھینکتی ہے۔

بحر بنگال (بحر کنر) کے اس حصہ کی ہوائیں جو مغرب اور شمال (بنات النعش) کے درمیان واقع ہیں، سماترا کے آس پاس کے سمندر کی ہواؤں سے زیادہ سخت ہوتی ہیں، ان ہواؤں سے سمندر میں ایسی کھلبلی مچ جاتی ہے جیسی آگ پر رکھی ہوئی ہانڈی میں۔ سمندر بڑی مقدار میں اپنی تہوں سے عنبر نکال کر سطح پر لا ڈالتا ہے۔ سمندر جتنا گہرا ہوتا ہے اور پانی سے جتنا بھرپور ہوتا ہے اتنا ہی عنبر زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔ بحر بنگال (بحر کنر) میں جب طغیانی آتی ہے تو آگ کی طرح جلنے لگتا ہے، اس سمندر میں ناظم نامی ایک مچھلی پائی جاتی ہے۔ یہ درحقیقت ایک درندہ ہے جو انسان کو نگل جاتا ہے۔

جزائر نکوبار

.... کیولان (کولم ملی) سے جہاز بحر بنگال (بحر کنر) کی طرف روانہ ہوتے ہیں، اس کو پار کر کے جزائر نکوبار (لنج بالوس) پہنچتے ہیں۔ یہاں کے باشندے نہ تو عربی سمجھتے ہیں اور نہ کوئی دوسری زبان جس سے سمندری تاجر واقف ہوں، یہ لوگ کپڑے نہیں پہنتے، ان کا رنگ صاف اور داڑھی کچیا ہوتی ہے، تاجروں کا بیان ہے کہ ہم نے ان کی عورتیں نہیں دیکھیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ نکوباریوں کے صرف مرد چھوٹی کشتیوں میں بیٹھ کر جو ایک لکڑی کو کھوکھلا کر کے بنائی جاتی ہیں گذرنے والے جہازوں کے پاس ناریل، گنا، کیلا اور ناریل کا رس لے کر آتے ہیں، یہ رس سفید ہوتا ہے، اگر اس کو اسی وقت پی لیا جائے جب ناریل سے نکلتا ہے تو شہد کی طرح میٹھا ہوتا ہے اور اگر تھوڑی دیر تک چھوڑ دیا جائے تو نشہ آور شراب بن جاتا ہے اور اگر کئی دن تک رکھا جائے تو سرکہ ہو جاتا ہے۔ نکوباری یہ چیزیں لوہے کے بدلے بیچتے ہیں۔ کبھی اُن کے جزیروں کے کنارہ عنبر کی کچھ مقدار آ لگتی ہے تو اس کو بھی لوہے کے ٹکڑوں کے عوض فروخت کر دیتے ہیں، ان لوگوں کی تجارت اشاروں سے ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ وہ جہازی تاجروں کی زبان سے ناآشنا ہوتے ہیں، اُن کو تیراکی کی خوب مہارت ہوتی ہے۔ کبھی یہ سمندری تاجروں کا لوہا چھین لیتے ہیں اور اس کی قیمت نہیں ادا کرتے۔ بحری تاجروں کا بیان ہے کہ لنکا اور (مغربی) ملایا (کلہ بار) کے درمیان کلمان نامی ایک جزیرہ ہے جس کا شمار ہندوستان کی سرزمین میں ہوتا ہے اور بحر بنگال کے مشرق میں واقع ہے۔ اس جزیرہ میں ایک کالی قوم آباد ہے جو برہنہ رہتی ہے۔

اِن لوگوں کے ہاتھ اگر کوئی اجنبی لگ جاتا ہے تو اس کو الٹا لٹکا دیتے ہیں اور اس کے ٹکڑے کرکے کچا کھا جاتے ہیں۔ ملّاحیوں کی خاصی بڑی جمعیت ہے اور یہ سب ایک ہی جزیرہ میں رہتے ہیں اُن کا کوئی راجہ نہیں ہوتا، غذا مچھلی، کیلا، ناریل اور گنا ہے۔

ملایا

نکوبار جزیروں سے چلکر جہاز (مغربی) ملایا (کلہ بار) پہنچتے ہیں، ملایا کے سارے ساحل کو بار کہتے ہیں، ملایا سلطنت جاوا (زابج) کی عملداری میں ہے اور سلطنت جاوا سرزمین ہند کے داہنی طرف واقع ہے، اِس سلطنت اور ملایا پر ایک راجہ کی حکومت ہے۔ ملایا کے باشندے تہبند باندھتے ہیں، امیر غریب سب، میٹھا پانی کنوؤں سے نکالا جاتا ہے اور کنوؤں کے پانی کو چشموں اور بارش کے پانی پر ترجیح دی جاتی ہے۔

کیولان Quilon (کولم) سے جو بحر بنگال سے قریب ہے، (مغربی) ملایا (کلہ بار) تک ایک ماہ کی مسافت ہے (تقریباً پندرہ سو اسی میل) یہاں سے دس دن کی مسافت طے کرکے جہاز تیومن[1] Tioman (تیومہ) پر لنگر انداز ہوتے ہیں، یہاں میٹھا پانی دستیاب ہوتا ہے، تیومن (تیومہ) سے دس دن کی مسافت پر ایک مقام ہے جسے کدرنج[2] کہتے ہیں، یہاں میٹھا پانی ملتا ہے۔ جزائر ہند کا بھی یہی حال ہے کہ جب وہاں کنوئیں کھودے جاتے ہیں تو میٹھا پانی مل جاتا ہے۔ کدرنج میں ایک پہاڑ ہے ساحل پر ابھرا ہوا، یہاں بسا اوقات غلام اور ڈاکو بھاگ کر آجاتے ہیں، دس دن چلنے کے بعد جہاز کدرنج سے کمبوڈیا[3] (صنف) پہنچتے ہیں، یہاں بھی میٹھا پانی ملتا ہے کمبوڈیا سے بڑھیا صنفی صندل برآمد کیا جاتا ہے، یہاں ایک راجہ حکمران ہے، باشندے سانولے ہوتے ہیں، ہر شخص دو تہبندوں میں ملبوس رہتا ہے، یہاں سے میٹھے پانی کا ذخیرہ لے کر دس دن کے

---

[1] جنوبی ملایا کے مشرقی ساحل کے قریب ایک جزیرہ۔ [2] تھائی لینڈ کی راجدھانی کرنگ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جس کا دوسرا نام بینکاک Bangkok ہے۔ [3] بظاہر کمبوڈیا کا پایۂ تخت مراد ہے جس کا آج کل نام سائیگان Saigon ہے۔

سفر کے بعد جہاز صندر فولات[۱] پہنچتے ہیں، یہ ایک جزیرہ ہے، یہاں میٹھا پانی ہوتا ہے یہاں سے روانہ ہو کر جہاز بحر صنجی[۲] آتے ہیں اور وہاں سے ابواب چین کی طرف روانہ ہوتے ہیں، ابواب چین[۳] سمندر میں واقع پہاڑوں کا ایک (خطرناک) سلسلہ ہے، ہر دو پہاڑوں کے درمیان راستہ ہے جس سے ہو کر سات دن تک جہاز گذرتے ہیں، اگر خدا صندر فولات (کے خطروں) سے بچا لے تو وہاں سے چین (یعنی Canton) کا فاصلہ ایک[۴] ماہ میں طے ہو جاتا ہے جس میں سات دن ابواب چین سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے، جب جہاز یہ چٹانی سلسلہ پار کر لیتے ہیں اور کینٹن کے ڈیلٹا میں داخل ہوتے ہیں تو میٹھے پانی میں چل کر وہ اس چینی بندرگاہ پر آتے ہیں جہاں بیرونی جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں اور اس بندرگاہ کا نام کینٹین (خانفوا) ہے، سارے چین میں دریاؤں سے میٹھا پانی دستیاب ہوتا ہے اور حکومت کے دفاتر اور بازار پائے جاتے ہیں۔ چین کے سمندر میں چوبیس گھنٹے میں دو بار جزر ہوتا ہے لیکن بصرہ سے لیکر جزیرۂ قشم (بنی کاوان) کے سمندر (مشرقی خلیج فارس) میں اس وقت مد ہوتا ہے جب چاند بیچ آسمان پر آتا ہے اور جزر چاند نکلنے اور چھپنے کے وقت ہوتا ہے، بحر چین سے لے کر جزیرۂ قشم (بنی کاوان) کے قریب تک مد طلوع قمر کے وقت سے ہوتا ہے اور جب چاند وسط آسمان پر آتا ہے تو جزر شروع ہو جاتا ہے اور جب چاند غروب ہوتا ہے تو مد شروع ہوتا ہے۔

۱؎ حورانی اپنی کتاب ARAB SEA-FARING صـ۷۱ پر صندر فولات کو صنف فولاو SANF FULAW کی تصحیف قرار دیتا ہے اور اسکو جنوبی ویتنام کے مشرقی سمندر کا ایک جزیرہ بتاتا ہے، بدرالدین چینی نے چین و عرب کے تعلقات صـ۱۹۱ پر اس کو جزیرہ صنفیان قرار دیا ہے جو HANOI (پایۂ تخت شمالی ویتنام) کے مشرقی سمندر میں واقع ہے۔ قرائن سے دوسرے شخص کی تائید ہوتی ہے۔ ۲؎ INDO-CHINA SEA مراد ہے۔ ۳؎ حورانی کی رائے میں ان سے (سمندری چٹانیں) PARACEL REEFS مراد ہیں جو جنوبی بحر چین میں پندرہ اور بیس ڈگری طول البلد کے مابین شمالاً جنوباً دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ۴؎ نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۶۱ پر ایک ماہ کی بجائے چالیس دن ہے اور ہمارے خیال میں یہ قول زیادہ قرین صواب ہے۔

بزرگ بن شہریار[۱] (دسویں صدی کا ربع ثالث) :-

جزائر نکوبار

مجھ سے محمد بن بابشاد نے بیان کیا کہ جزائر نکوبار جو کثیر التعداد ہیں اور جن کی مجموعی لمبائی دو سو پچاس میل (اسّی فرسخ) ہے، ان کے باشندے ادھر سے گذرنے والے جہازوں کے پاس آتے ہیں اور اُن سے ضرورت کا سامان دست بدست خریدتے ہیں لیکن اگر اپنی چیز دینے سے پہلے یہ اہلِ جہاز کی کسی چیز پر قابض ہو جائیں تو اس کے بدلہ میں کچھ دیے بغیر فرار ہو جاتے ہیں، کبھی جہاز طوفان میں گھر کر یا پہاڑ سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے اور کوئی مرد یا عورت اُن کے ہاتھ آ جاتی ہے اور اس کے پاس روپیہ پیسہ یا کوئی کپڑا محفوظ رہ جاتا ہے تو نکوباری اس سے یہ چیزیں چھینتے نہیں ہیں کیونکہ بچنے والے کے ہاتھ کی کوئی چیز لینا ان کی نظر میں عیب ہے، بچنے والے کو وہ اپنے گھر لے جاتے ہیں اور اس کو وہی کھانا کھلاتے ہیں جو خود کھاتے ہیں اور اس کو کھلانے سے پہلے خود نہیں کھاتے، جب اُن کا مہمان کھانا کھا لیتا ہے تو وہ اس کا بچا ہوا کھاتے ہیں، مہمان اس طرح اُن کے ہاں رہتا ہے یہاں تک کہ کوئی جہاز اِدھر آ نکلتا ہے، نکوباری اپنے مہمان کو لے کر جہاز کے پاس جاتے ہیں اور جہازیوں سے کہتے ہیں کہ اس کو لے کر بدلہ میں ہمیں کچھ دیدو، جہازیوں کو کچھ نہ کچھ دے کر اس آدمی کو لینا پڑتا ہے بعض اوقات یہ شخص کافی ہوشیار ہوتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے اور رسیاں (کنبار) بٹتا ہے اور ان کے ہاتھ عنبر کے بدلہ بیچ دیتا ہے اور جہازوں کے آنے تک کچھ روپیہ پیسہ (زرِ مخلصی ادا کرنے کے لیے) جمع کر لیتا ہے۔

سُماترا

ادریسی[۲] (بارھویں صدی کا ربع ثالث) :-

جزیرۂ سماترا (رامی) کی مٹی عمدہ، آب و ہوا معتدل اور پانی میٹھا ہے، یہاں بہت سے شہر،

---

[۱] عجائب الہند، ص ۱۲۷، ۱۲۸۔

دیہات اور قلعے پائے جاتے ہیں۔ یہاں بقم لکڑی ہوتی ہے، اس کا پودا خرزہرہ (دفلی) سے ملتا جلتا ہے اور لکڑی لال ہوتی ہے، اس کا رس اژدھے اور سانپ کے زہر کی دوا ہے، کامیاب تجربوں سے اس بات کی توثیق ہو چکی ہے۔ ساترا میں ننگے آدمی پائے جاتے ہیں جن کی بولی ناقابل فہم ہوتی ہے۔ یہ انسانوں سے بھاگتے ہیں، ان کا قد چار بالشت ہوتا ہے اور مرد و عورت کی شرمگاہ چھوٹی ہوتی ہے، ان کے سر پہ لال رُواں ہوتا ہے، بغیر پیر لگائے درختوں پہ ہاتھوں کے بل چڑھ جاتے ہیں، دوڑنے میں اتنے تیز کہ ان کو کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ ساترا کے ساحل پہ ایک قوم آباد ہے جو جہازوں کو جب وہ اچھی رفتار سے سمندر میں رواں ہوتے ہیں آ پکڑتے ہیں اور جہازیوں کے ہاتھ لوہے کے بدلہ عنبر بیچتے ہیں جو اُن کے منہ میں دبا ہوتا ہے، ساترا میں بہت سی کانیں ہیں جن سے سونا نکالا جاتا ہے، یہاں سے عمدہ کافور بھی برآمد کیا جاتا ہے اور مختلف قسم کے خوشبودار مصالحے اور اعلیٰ قسم کا موتی۔

جزیرہ نکوبار

جو شخص جزیرۂ تلین (طبیق) سے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے چین کا سفر کرنا چاہے تو وہ لنکا کو اپنے داہنے طرف چھوڑ کر بحر بنگال (ہرکند) کی طرف مڑ جاتا ہے۔ لنکا سے جزیرہ نکوبار (لنکیالوس) کا فاصلہ دس دن ہے، اس کو لنجیالوس بھی کہا جاتا ہے، یہ ایک بڑا جزیرہ ہے اور یہاں بہت سے سفید فام آدمی بستے ہیں، مرد اور عورتیں دونوں برہنہ رہتے ہیں، کبھی عورتیں اپنی شرمگاہ پر پتیوں کی آڑ کر لیتی ہیں، بحری تاجر چھوٹے بڑے جہازوں میں نکوبار کے ساحل پر آتے ہیں اور لوہے سے عنبر اور ناریل کا تبادلہ کر لیتے ہیں، بیشتر باشندے کپڑا خریدتے ہیں اور بعض (مخصوص) موقعوں پر اُسے استعمال کرتے ہیں، یہ جزیرہ خطِ استواء سے قریب ہے اس لیے یہاں گرمی اور سردی زیادہ نہیں ہوتی۔ باشندوں کی غذا کیلا، تازہ مچھلی اور ناریل ہے، ان کی دولت

---

[1] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۵۰-۵۶۔

لوہا ہے، سمندری تاجروں کے ساتھ اُن کی نشست و برخاست رہتی ہے۔

جزیرہ نیاس[1]

سماترا کے جنوب (مغرب) میں ایک آباد جزیرہ ہے جس کو نیاس (رسمان) کہتے ہیں، یہاں ایک بڑا شہر ہے، باشندے ناریل کھاتے ہیں، اس کے تیل سے کھانا پکاتے ہیں اور اس کے رس سے پیاس بجھاتے ہیں، طاقتور اور بہادر لوگ ہیں، ان کی ایک رسم جو اُن کے بزرگوں کے وقت سے چلی آتی ہے یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس عورت کے والی وارث اُس وقت تک اس سے شادی نہیں کرتے جب تک وہ کسی شخص کا سر اُتار کر نہ لے آئے، وہ آس پاس کے علاقوں میں نکل جاتا ہے اور کسی کو قتل کرکے اس کا سر لے آتا ہے اب اس کی شادی اُس لڑکی سے ہوجاتی ہے جس کے لیے اس نے پیغام دیا تھا اور اگر وہ دو سر لے آئے تو دو عورتوں سے بیاہ کرسکتا ہے، تین لے آئے تو تین سے اور اگر پچاس سر اُتارنے پر قادر ہوجائے تو پچاس عورتوں کو بیوی بنا سکتا ہے، اہلِ شہر کی نظر میں اُس کو خاص عزت حاصل ہوتی ہے اور وہ اس کی بہادری کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس جزیرہ میں ہاتھی ہوتا ہے، بقّم، بید اور گنا بھی۔

جزیرہ بالوس[2]

نیاس کے قریب دو دن کی مسافت پر ایک دوسرا جزیرہ ہے جس کو بالوس (خالوس) کہتے ہیں، اس کے باشندے کالے اور مردم خور ہیں، اگر کوئی اجنبی اُن کے ہاتھ لگ جائے تو اس کو الٹا لٹکا دیتے ہیں اور اس کے ٹکڑے کرکے کھا جاتے ہیں۔ ان لوگوں کا کوئی راجہ نہیں ہے مچھلی، کیلا، ناریل، گنا ان کی غذا ہے۔ یہ بید کی جھونپڑیاں بنا کر جنگلوں اور جھاڑیوں میں رہتے ہیں بالکل برہنہ، کسی چیز سے شرمگاہ نہیں ڈھکتے، نہ مرد نہ عورتیں، جنسی ضرورت پوری کرتے وقت

---

[1] دیکھو نقشہ صفحہ ۱۶۷ پر [2] شاید جزیرہ BATU مراد ہے نیاس کے جنوب مشرق میں۔

بھی کسی آرٹ کا سہارا نہیں لیتے بلکہ کھلم کھلا کرتے ہیں اور اس کو معیوب نہیں سمجھتے، لڑکی اور بہن کو بیوی بنا لیتے ہیں، سیاہ فام ہیں، مکروہ شکل، گھنگرالے بال، ان کی گردنیں اور ٹانگیں لمبی ہوتی ہیں۔ یہاں ایک پہاڑ ہے جس کی مٹی جل کر چاندی بن جاتی ہے۔

ابودُلف

کلہ (دسویں صدی کا ربع اول):-

(چین کے پایۂ تخت (سنداِبل سے) کلہ جانے کے لیے میں نے ساحل کا رُخ کیا، کلہ سے ہندوستان کی ابتدا ہوتی ہے اور وہ جہازوں کا آخری نقطۂ سفر ہے، اس سے آگے نہیں جا سکتے اگر جانے کی کوشش کریں تو ڈوب جائیں جب میں کلہ پہنچا تو وہ .. مجھے ایک بڑا شہر نظر آیا، اس کی فصیل خوب اونچی ہے، باغ بکثرت ہیں اور پانی فراواں ہے۔ یہاں ٹن نامی سفید چمکدار دھات کی کان ہے جو صرف اس شہر میں ہوتی ہے اور دنیا میں کسی دوسری جگہ نہیں پائی جاتی، اس قلعہ میں عمدہ نکلدار تلواریں بنائی جاتی ہیں جو ہندوستان کے اعلیٰ اسٹیل کی ہوتی ہیں، اس قلعہ کے باشندے جب چاہتے ہیں اپنے راجہ سے بگڑ بیٹھتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اس کا حکم مانتے ہیں، چین کی طرح یہاں بھی جانور ذبح نہیں کئے جاتے۔ کلہ کی مسافت چین کے پایۂ تخت سنداِبل سے تقریباً ایک ہزار میل (تین سو فرسخ) ہے۔ کلہ کے آس پاس شہر، قصبے اور دیہات ہیں، حکومت کی طرف سے قاعدے قانون نافذ ہیں، مجرموں کو قید میں بند کیا جاتا ہے ..... باشندوں کی غذا گیہوں اور کیلا ہے، ساری ترکاریاں وزن سے بکتی ہیں اور روٹیاں عدد سے، یہاں حمام نہیں ہوتے بلکہ ایک چشمہ ہے جس کے پانی سے لوگ غسل کرتے ہیں، ان کا درہم ۱ معیاری درہم کے بقدر ہوتا ہے اور

۱؎ معجم البلدان یاقوت (مصر) ۵/۲۱۲۔ ۲؎ شہر کلہ کا اب تک متفقہ تشخص نہیں ہو سکا ہے۔ ایک رائے ہے کہ اس سے کرا (جنوب مغربی تھائی لینڈ) مراد ہے، دوسری رائے کی رُو سے وہ کیدھا (شمالی ملایا) کی بگڑی ہوئی شکل ہے اور تیسری تجویز کے بموجب وہ کیلنگ کی جگہ (وسطی ملایا کا لالمپر کے مغرب میں) واقع تھا۔ مقبول۔ صد ۱۱۔ ۱۲۰

اوراس کا نام نہری ہے، پیسے بھی رائج ہیں، باشندے چینیوں کی طرح قیمتی ریشم کے کپڑے پہنتے ہیں، یہاں کا راجہ شاہ چین سے فروتر ہے، اس کے نام کا خطبہ پڑھتا ہے اور اس کے ملک کی طرف منہ کرکے آداب بجالاتا ہے۔

ادریسی[1]:۔

ملایا (کلہ) بڑا جزیرہ ہے، اس پر ایک راجہ کی حکومت ہے، جس کو جابہ ہندی کہتے ہیں، یہاں عمدہ قسم کے ٹن دہات کی بہت سی کانیں ہیں، یہ دہات ساری دنیا کو سپلائی کیا جاتا ہے۔ باشندے، مرد اور عورت دونوں ایک تہبند باندھتے ہیں۔ یہاں بید کے جنگل ہیں اور عمدہ قسم کا کافور ہوتا ہے، کافور کا تناور درخت ہوتا ہے صفصاف[2] سے ملتا جلتا، اس کے، ....سایہ میں سو سے زیادہ آدمی بیٹھ سکتے ہیں، درخت سے کافور اس طرح نکلتا ہے کہ اس کے تنہ کے بالائی حصہ میں سوراخ کر دیا جاتا ہے جس سے کافور کی ڈلیاں نکل پڑتی ہیں۔ یہ ڈلیاں درخت کا گوند ہوتی ہیں جو اس کے اندر جم جاتا ہے۔ کافور دینے کے بعد درخت بیکار ہو کر خشک ہو جاتا ہے، کافور کے لیے پھر دوسرے درخت سے رجوع کیا جاتا ہے، کافور کی لکڑی سفید اور ہلکی ہوتی ہے۔

جابہ، سَلاہِط، ہَرَلَج[3]

ملایا (جزیرہ کلہ) سے متصل (جنوب میں) جزائر جابہ، سَلاہِط اور ہَرَلَج (مرلج) ہیں۔ ان کا طول کم وبیش سات میل (دو فرسخ) ہے، ان تینوں پر راجہ جابہ کی حکومت ہے۔ جابہ میں کثرت سے ناریل اور لذیذ کیلا پیدا ہوتا ہے، گنے اور چاول کی کاشت بھی ہوتی ہے۔

---

[1] نزہۃ المشتاق قلمی ۱/۵۵۔

[2] صفصاف کو انگریزی میں ولو WILLOW کہتے ہیں، اس کی لکڑی نرم ہوتی ہے اور خاص طور سے کھیل کا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔ [3] قرائن سے ان تینوں کے تنگنائے ملکا MALA-CCA STRAIT میں سنگاپور کے آس پاس واقع ہونے کی تائید ہوتی ہے۔

جابہ ہندی

یہ راجہ طلائی لباس پہنتا ہے اور طلائی ٹوپی اوڑھتا ہے جس پر موتی اور یاقوت لگے ہو ہیں، اس کے سکوں پر اس کی تصویر بنی ہوتی ہے، وہ بودھ کی پوجا کرتا ہے۔ بدھ کا طلا ہندوؤں کی زبان میں مندر پر ہوتا ہے۔ راجہ کا ایک خوش نما مندر ہے جس میں خوب کاریگری کی گئی ہے، اندر کی طرف سے مندر کی دیواروں پر چہار سمت مرمر کی سلیں لگی ہوئی ہیں اور اس گرد بہت سے مرمر کے بت رکھے ہوئے ہیں اور ان کے سروں پر سونے اور اسی طرح کے قیمتی دھاتوں کے تاج ہیں۔ اس سب سے بڑے مندر میں گانے، آہستہ آہستہ تالی بجانے اور خوبصورت لڑکیوں کے ناچ اور تھرک کے ذریعہ عبادت کی جاتی ہے۔ یہ ناچ اور گانا مندر کے حاضرین اور عبادت کرنے والوں کے سامنے ہوتا ہے۔ ہر مندر سے لڑکیوں کی ایک جماعت وابستہ ہوتی ہے، اُن کے کھانے اور لباس کا خرچ مندر کی آمدنی سے ادا کیا جاتا ہے، جب کسی عورت کے کوئی حسین اور خوش قامت لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ اس کو مندر پر صدقہ کر دیتی ہے۔ یہ لڑکی جب سیانی ہوتی ہے تو اس کی ماں اس کو اپنے نقد و زیور بڑھیا لباس [illegible] اور اس کا ہاتھ پکڑ کر عورتوں اور مردوں کے جلوس میں مندر لے جاتی ہے اور لڑکی کو مندر کے پروہتوں کے حوالہ کر کے لوٹ آتی ہے۔ وہ لڑکی کو اپنی عورتوں کے سپرد کر دیتے ہیں، جو ناچنے اور بجانے میں مہارت رکھتی ہیں۔ جب لڑکی کی تربیت مکمل ہو جاتی ہے تو وہ نہایت عمدہ کپڑے اور قیمتی زیور پہنتی ہے اور خود کو ساری زندگی کے لیے مندر پر وقف کر دیتی ہے اور کبھی مندر سے باہر نہیں جاتی۔ ہندوستان کے بت پرستوں میں بھی لڑکیوں کو مندر پر صدقہ کرنے کی رسم پائی جاتی ہے۔

مایط

جابہ کے قریب جزیرہ مایط واقع ہے۔ اس پر بھی راجہ جابہ کی حکومت ہے۔ یہاں نارجیل

کیلا، گنّا اور چاول ہوتا ہے۔ جزیرہ سلاہط میں صندل کی فراوانی ہے۔ اس کے علاوہ بانچھڑ اور لونگ (قرنفل) پائی جاتی ہے۔ ہندی کے پودے کی طرح لونگ کے درخت کی شاخیں پتلی ہوتی ہیں۔ اس کا پھول زرد [illegible] بڑی پتیاں کھلاتا ہے [illegible] وہ گر جاتا ہے تو اس کی پتیاں چن لی جاتی ہیں [illegible] دیا جاتا ہے۔ ایک مناسب وقت تک پانی میں رکھنے کے بعد پھول کو نکال کر سکھا لیتے ہیں [illegible] آئے ہوئے تاجر ان کے [illegible] دیتے ہیں اور یہ تاجر لونگ جہازوں میں بھر کر دنیا کے ملکوں کو سپلائی کر دیتے ہیں۔ سلاہط کے آخر میں ایک آتش فشاں پہاڑ ہے جس سے ڈیڑھ سو فٹ اونچی آگ نکلتی ہے، دن میں اس سے دھواں خارج ہوتا ہے اور رات میں آگ چمکتی ہے۔

مہراج

ابن خردادبہ[1]۔

جاوا (زانج) کے راجہ کا نام مہراج ہے۔ اس کی قلمرو میں برطائیل[2] نامی ایک جزیرہ ہے جہاں سے رات بھر ڈھول اور گانے بجانے کی آواز آتی ہے، سمندری مسافروں کی رائے ہے کہ اس جزیرہ میں دجّال رہتا ہے۔ (جاوا) کے سمندر سے ہمارے گھوڑوں کی طرح ایک گھوڑا خشکی پر آتا ہے جس کی ایال اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ اس کو زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے، مہراج کی ٹیکسیوں سے یومیہ آمدنی کا اوسط دو سو پونڈ (من) سونا ہے۔ اس سونے کی وہ ہر دن ایک اینٹ بنوا کر پانی میں ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا خزانہ ہے۔ [illegible] آمدنی [illegible] مرغوں سے لگ بھگ پچاس پونڈ (من) سونا ہوتی ہے، یہ اس طرح کہ وہ جیتنے والے مرغے کی ران کا حقدار ہوتا ہے جس کو مرغے کا مالک (کافی رقم دے کر) چھڑا لیتا ہے۔

---

[1] المسالک والممالک ص۱۶۔ [2] غالباً جزیرہ بالی مراد ہے جو آج کل ناچنے گانے اور ناچ کے لیے مشہور ہے، یہ جزیرہ جاوا کے مشرق میں بالکل ملا ہوا ہے۔

ابوزید سیرافی[1] (نویں صدی کا ربع آخر) :-

..... جاوا (زابج) کا راجہ مہراج کے لقب سے مشہور ہے، جاوا کا رقبہ تقریباً تین ہزار مربع میل (نو سو فرسخ) بتایا جاتا ہے، یہ راجہ بہت سے جزیروں پر حکمران ہے، اس کی سلطنت کی مسافت تین ہزار میل (ہزار فرسخ) سے زیادہ ہے، اس کی قلمرو میں ایک جزیرہ سرُبُزَہ[2] نامی ہے جس کا رقبہ باخبر لوگ تیرہ سو مربع میل (چار سو فرسخ) بتاتے ہیں، ایک اور جزیرہ ساترا (رامی) ہے، اس کا رقبہ ڈھائی ہزار مربع میل (آٹھ سو فرسخ) سے زیادہ ہے، ساترا میں بقم نامی سرخ لکڑی کافور اور دوسری خوشبودار اشیاء کے جنگل ہیں۔ مہراج کی قلمرو میں ملایا (جزیرہ کلہ) داخل ہے جو چین اور ملک عرب کے وسط میں واقع ہے، اس کا رقبہ رپورٹروں کی حسب تصریح دو سو ساٹھ[3] مربع میل (اسی فرسخ) ہے۔ جزیرہ کلہ میں عود، صندل، ہاتھی دانت، ٹن نامی سفید چمکیلا دھات آبنوس، بقم لکڑی اور سارے مصالحے اور دیگر اشیاء کہ جن کی فہرست بہت لمبی ہے، اگر دام ہیں، زمانۂ حال میں عمان سے صرف ملایا تک جہاز آتے جاتے ہیں۔

ان سارے جزیروں میں مہراج کی حکومت ہے، جس جزیرہ میں وہ خود رہتا ہے (یعنی جاوا) بے حد آباد ہے اور اس میں باقاعدہ کھیتی باڑی ہوتی ہے، معتبر رپورٹروں کا بیان ہے کہ مرغا جب صبح کو بانگ دیتا ہے تو سو اتین سو میل لمبے علاقہ میں مرغے ایک دوسرے کی آواز سن کر بانگیں دیے چلے جاتے ہیں، یہ اس لیے کہ اس علاقہ میں مسلسل دیہاتوں کا ایک جال پھیلا ہوا ہے، جہاں نہ جنگل ہیں

---

[1] سلسلۃ التواریخ ۲/ ۸۹-۱۰۰۔ [2] عجائب الہند، ابو الفدا اور دوسری متعدد کتابوں میں سربزہ بروزن جزیرہ قلمبند ہوا ہے، صحیح شکل سرُبُزَہ بکسر السین وسکون الراء وضم الزای ہے، سربزہ کا اطلاق عرب جنوب مشرقی ساترا پر کرتے تھے، اس کے تین طرف سمندر ہے اور ایک طرف دریا اس اعتبار سے اس کو جزیرہ قرار دیا تھا۔ [3] نخبۃ الدہر دمشقی (ریبرگ) ص ۱۵۵ پر جزیرہ کلہ کا طول آٹھ سو میل اور عرض ساڑھے تین سو میل بتایا گیا ہے اور بظاہر یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

سندیلنے، مہراج کے ملک میں سفر کرنے والا سواری پر بیٹھ کر جب چاہے سفر کر سکتا ہے اور جب اس کا جی بھر جائے یا اس کی سواری کا جانور تھک جائے تو وہ جہاں چاہے ٹھہر سکتا ہے۔

جاوا (زابج) سے متعلق حیرت انگیز قصے جو ہم سے بیان کیے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ عہدِ قدیم میں ان کا ایک راجہ تھا ملقب بمہراج، اس کا محل تلاج کے کنارہ واقع تھا جو سمندر سے متصل تھا، تلاج دجلۂ بغداد و بصرہ کی طرح ایک خلیج (وادی) ہوتی ہے جس میں بوقت مد سمندر کا پانی بھر آتا ہے اور جزر کے وقت میٹھا پانی بہتا ہے، اس خلیج (وادی) سے ملا ہوا ایک چھوٹا تالاب راجہ کے محل سے متصل تھا، ہر صبح راجہ کا خزانچی سونے کی ایک اینٹ لاتا سیروں وزن کی اور اس کو راجہ کے سامنے اس تالاب میں ڈال دیتا، اگر مد ہوتا تو وہ اینٹ پانی میں ڈوب کر دوسری اینٹوں کے ساتھ جمع ہو جاتی اور جزر کے وقت تالاب کا پانی اترتا تو اینٹیں سورج کی روشنی میں چمکنے لگتیں اور راجہ اپنے دربار سے بیٹھا ان کو دیکھ لیتا۔ جب تک وہ راجہ جیتا اس تالاب میں ہر دن ایک نئی سونے کی اینٹ کا اضافہ ہوتا رہتا ان کو کسی کا ہاتھ تک نہ لگتا، جب راجہ کا انتقال ہوتا تو اس کا جانشین اینٹوں کو ایک ایک کر کے نکال لیتا، ان کو گنا جاتا پھر گھلایا جاتا اور سونا شاہی خاندان کے مردوں، عورتوں، بچوں، فوجی افسروں اور حاشیہ نشینوں پر ان کے رتبہ اور حیثیت کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا، اس کے بعد جو سونا بچتا وہ غریبوں اور ناداروں میں بانٹ دیا جاتا، اینٹوں کی تعداد اور وزن قلمبند کر لیا جاتا اور اعلان کر دیا جاتا کہ فلاں راجہ اتنے اتنے سال حکمران رہا اور اس نے شاہی تالاب میں اتنی اتنی تعداد میں سونے کی اینٹیں چھوڑیں جن کو اس کی وفات پر رعایا میں تقسیم کر دیا گیا، جاوا کے باشندے اُس راجہ پر فخر کرتے ہیں جس کی مدت حکومت دراز ہو اور اسی تناسب سے اس کا ترکہ زیادہ اینٹوں پر مشتمل ہو۔

جاوا کے راجاؤں کا ایک (دلچسپ اور سبق آموز) قصہ یہ ہے کہ عہدِ قدیم میں تھائی لینڈ (قمار) میں ایک نوعمر اور شریر مزاج راجہ حکمران تھا، قمار وہ سرزمین ہے جہاں سے قماری صندل برآمد ہوتا ہے اور وہ کوئی جزیرہ نہیں ہے بلکہ اُس رقبۂ ارض پر واقع ہے جو (مغرب کی طرف پھیلتا ہوا)

عراق و عرب تک چلا گیا ہے۔ تھائی لینڈ (تھار) سے زیادہ کی وجہ سے ملک میں آبادی نہیں ہے یہاں کے باشندے سفر کے بہت عادی ہیں، زنا اور ہر قسم کے مسکر شربت سے پرہیز کرتے ہیں، چنانچہ ان کا ملک ان دونوں برائیوں سے بالکل پاک ہے۔ قمار مملکت مہراج اور مشہور جزیرہ جاوا (زابج) کے بالمقابل واقع ہے، اور ان دونوں کے مابین مسافت اتنی ہے کہ دس سے بیس دن کی بحری مسافت شمالاً جنوباً پائی جاتی ہے۔ ایک دفعہ راجہ اپنے محل میں بیٹھا ہوا تھا جو ایک خلیج (وادی) کے کنارہ واقع تھا اور جس میں میٹھا پانی بہتا تھا، اس کے محل سے سمندر کا فاصلہ ایک دن کی مسافت کے بقدر تھا، اسی وقت مہراج کی سلطنت، اس کی شان و شوکت، رونق اور مہراج کے ماتحت کثیر التعداد جزیروں کا ذکر چھڑ گیا تو قمار کے راجہ نے اپنے وزیر سے کہا:

میری ایک تمنا ہے جس کو میں پورا دیکھنا چاہتا ہوں۔ وزیر جو خیر اندیش آدمی تھا اور راجہ کی شر پسندی سے واقف تھا بولا: مہاراج وہ تمنا کیا ہے؟ راجہ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ مہراج، راجہ جاوا کا سر ایک تھال میں اپنے سامنے دیکھوں۔ وزیر کو معلوم ہو گیا کہ حسد نے راجہ کے دل میں یہ آرزو پیدا کی ہے، اس نے کہا: مہاراج! میرے خیال میں یہ مناسب نہیں کہ آپ اس خیال کو اپنے دل میں جگہ دیں جب کہ ہمارے اور اہل جاوا کے درمیان نہ تو قولاً اور نہ فعلاً کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس کا انتقام لیا جائے، نہ ان کی طرف سے ہم کو کوئی نقصان یا ایذا پہنچی ہے، وہ ہم سے الگ تھلگ ایک دور افتادہ جزیرہ میں رہتے ہیں اور انھوں نے کبھی ہماری سلطنت پر لالچ کی نظر نہیں ڈالی ہے، مناسب نہیں کہ آپ کی اس بات کا کسی کو علم ہو اور بہتر ہے کہ آپ پھر کبھی اس ارادہ کا زبان سے اعادہ نہ فرمائیں۔ راجہ ناراض ہو گیا اور خیر اندیش وزیر کی بات نہ مانی اور اپنے ارادہ سے اپنے فوجی افسروں اور دربار کے دوسرے اکابر کو مطلع کیا، اس کے ارادہ کی خبر اڑ گئی اور ہر طرف اس کے چرچے ہونے لگے، مہراج کو بھی اس کا علم ہو گیا، وہ دانا، مستعد، تجربہ کار اور ادھیڑ عمر آدمی تھا، اس نے اپنے وزیر کو طلب کیا اور راجہ قمار کے ارادہ سے اس کو باخبر کر کے کہا: اس نوعمر اور ناتجربہ کار راجہ نے جو آرزو دل میں بسائی ہے اس سے سارے ملک کی ساکھ، عزت اور آبرو کو بٹا لگے گا اس لیے

ضروری ہے کہ اس کی آرزو کو باطل کرنے کے لیے موثر تدبیر کی جائے۔ مہراج نے وزیر کو تاکید کردی کہ اس کی گفتگو صیغۂ راز میں رکھے اور ہزار متوسط درجہ کے جہاز تیار کرائے اور ہر جہاز کو ضروری ہتھیاروں اور بہادر سپاہیوں سے مسلح کرے۔ مہراج نے ظاہر کیا کہ وہ اپنی قلمرو کے جزیروں کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ اس نے ان ماتحت راجاؤں کو لکھا جو ان جزیروں میں حکمران تھے کہ وہ ان سے ملاقات اور ان کے جزیروں میں سیر و تفریح کے لیے آ رہا ہے۔ یہ خبر مشہور ہو گئی اور ہر جزیرہ کے حاکم نے مہراج کے شایانِ شان تیاری کر لی، جب جہاز تیار ہو گئے اور سارے ضروری انتظام مکمل، تو مہراج ان کے ساتھ قمار کی سرزمین کی طرف چل دیا۔ مہراج اور اس کے ساتھیوں کو ہمیشہ مسواک کرنے کی عادت تھی، ہر شخص دن میں کئی بار مسواک کرتا تھا اور ہر شخص کی مسواک اس کے پاس کے غلام کے ساتھ رہتی تھی[2]، راجہ قمار کو مہراج کی آمد کا اس وقت علم ہوا جب وہ اس خلیج (وادی) میں آ پہنچا جو راجہ کے محل کو جاتی تھی، مہراج نے فوراً اتر کر اپنے ساتھیوں سے راجہ کو گرفتار کرا دیا اور محل پر قابض ہو گئے، راجہ کے اکابر مملکت بھاگ گئے۔ مہراج نے منادی کرائی کہ سب کو امان دے دی۔ اس کے بعد وہ راجہ قمار کے تخت پر جا بیٹھا۔ راجہ قمار اور اس کے وزیر کو مہراج کے سامنے حاضر کیا گیا۔ مہراج نے راجہ سے پوچھا: تم نے ایسی تمنا کیوں کی جس کا پورا کرنا تمہارے بس سے باہر تھا اور جس کو اگر تم پورا کر بھی لیتے تب بھی تم کو کوئی فائدہ نہ پہنچتا؟ راجہ قمار کے پاس کوئی جواب نہ تھا مہراج نے کہا: اگر تم میرا سر اپنے سامنے تھال میں دیکھنے کے علاوہ میری سلطنت پر ہاتھ ڈالنے یا اس کو ذرا بھی نقصان پہنچانے کی آرزو کرتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا لیکن تم نے صرف میرا سر چاہا تھا اس لیے میں بھی صرف تمہارا سر ہی اتاروں گا اور تمہارے ملک کی کسی چیز کی طرف اچھوتی ہو یا

---

[1] یہاں مہراج کے قول میں کچھ لفظی کمی پائی جاتی ہے جس کو ہم نے ترجمہ میں اپنی صوابدید سے پورا کر دیا ہے۔
[2] یہاں یہ تصریح بے محل معلوم ہوتی ہے۔ شاید کچھ عبارت نقل ہونے سے رہ گئی ہے۔

بڑی نظر اٹھائے بغیر اپنے ملک کو لوٹ جاؤں گا تاکہ تمہارے جانشین عبرت پکڑیں اور ہر شخص اپنی حد سے آگے نہ بڑھے اور جو اس کو ملا ہے اس پر اکتفا کرے اور عافیت کو غنیمت خیال کرے۔ یہ کہہ کر اس نے راجہ کا سر اتروا لیا، پھر اس کے وزیر کی طرف متوجہ ہو کر بولا: خدا تم کو جزائے خیر دے منتری جی، مجھے معلوم ہے کہ تم نے راجہ کو نیک مشورہ دیا تھا، کاش وہ اس پر عمل کرتا، اس جاہل کے بعد حکومت کے لیے جو شخص مناسب ہو اس کو راجہ بنا دو، یہ کہہ کر مہراج بے درنگ اپنے ملک کو چلا گیا، اس نے یا اس کے کسی امیر یا سالار نے تھائی لینڈ کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنے ملک واپس جا کر وہ تخت پر بیٹھا، سونے کی اینٹوں والے تالاب پر نظر ڈالی اور وہ تھال جس میں راجہ قمار کا سر تھا اپنے سامنے رکھوایا، مملکت کے اعیان و اکابر کو جمع کیا اور ان کو اپنے سفر کا ماجرا سنایا، سب نے درازیٔ عمر اور جزائے خیر کی اس کو دعا دی، مہراج کے حکم سے راجہ کے سر کو غسل دیا گیا اور خوشبو لگائی گئی، پھر اس نے ایک صندوق میں سر کو بند کر کے اس کے جانشین راجہ کے پاس اس خط کے ساتھ بھیج دیا: تمہارے پیش رو کے ساتھ ہمارے اس سلوک کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ہم پر دست درازی کا ارادہ کیا تھا، ہم اس کا سر تم کو لوٹا رہے ہیں، ہمیں اس کے روکنے سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہم کو اس بات پر فخر ہے کہ ہم کو اس کا سر لانے میں کامیابی ہوئی ہے۔

یہ خبر ہندوستان اور چین کے راجاؤں کو پہونچی تو مہراج کا وقار ان کی نظر میں بہت بڑھ گیا اور راجگانِ قمار تو اس واقعہ کے بعد مہراج کا احترام ظاہر کرنے کے لیے ہر صبح اس کے ملک کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا کرتے تھے۔

ابن رُستہ[1] (دسویں صدی کا ربع اول):-

جاوا (زابج) کے راجہ کا لقب مہراج ہے جس کے معنی ہیں راجاؤں کا راجہ،

---

[1] الأعلاق النفیسہ ص ۱۳۷ - ۱۳۸ -

ہندوستان[1] کے راجاؤں میں کوئی دوسرا راجہ اس سے بڑا نہیں مانا جاتا، وجہ یہ ہے کہ وہ (بہت سے چھوٹے بڑے) جزیروں کا مالک ہے، ایسے کسی دوسرے راجہ کا علم نہیں جو دولت، طاقت اور آمدنی میں اس سے زیادہ ہو۔ مشہور ہے کہ جوئے کے مرغوں سے اس کو ہر دن پچاس پونڈ (من) سونا حاصل ہوتا ہے اور یہ اس طرح کہ غالب مرغے کی ران کا وہ حقدار ہوتا ہے لیکن مرغ کا مالک ایک مثقال (تقریباً چھ ماشے) یا اس کے لگ بھگ سونا دے کر مرغ کو چھڑا لیتا ہے۔

مہراج کی قلمرو میں لوگ آگ کے ذریعہ حلف لیتے ہیں، ہندوستان میں ایک شہر فنصور[2] ہے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے پر حاکم کے حضور مقدمہ دائر کرتا ہے تو مدعی علیہ کہتا ہے کہ میں آگ اٹھانے کے لیے تیار ہوں، یہ ایسے مقدموں میں جن کا تعلق قرض یا شادی شدہ عورت سے زنا یا چوری یا کسی دوسرے واجب القتل جرم سے ہوتا ہے، حاکم کے حکم سے ایک پونڈ یا زیادہ لوہا آگ میں تپایا جاتا ہے، اس کے بعد سات پتے لیتے ہیں جو موٹائی اور مضبوطی میں درخت غار[3] کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں، ان کی تہ مدعی علیہ کی ہتھیلی پر رکھدی جاتی ہے اور چمٹے سے ان پر جلتا ہوا لوہا رکھدیا جاتا ہے، اس حالت میں وہ سات بار سو قدم کے بقدر آگے پیچھے چلتا ہے، اگر پتے مت

---

[1] عرب جغرافیہ نویس اور سمندری تاجر ہندوستان کی مشرقی حد ویٹنام تک وسیع بتاتے ہیں اور موجودہ ہندوستان اور ویٹنام کے درمیان جتنے ملک ہیں۔ برما، ملایا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ اور کمبوڈیا ان سب پر ہندوستان کا اطلاق کرتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان سارے ملکوں پر قدیم زمانہ میں ہندی برہمن اور بدھ مہاجروں نے حکومتیں قائم کرلی تھیں جس کے زیر اثر ہندی تہذیب، رسوم، فلسفہ اور مذہب ان ملکوں میں پھیل گیا تھا۔

[2] بظاہر ہندوستان کی جگہ یہاں سماترا (رامی) ہونا چاہیے کیونکہ بنچور (فنصور) اس کے جنوب مغربی ساحل کا ایک شہر ہے۔ راوی نے مجازاً سماترا کے لیے ہندوستان کا لفظ استعمال کیا ہے کیونکہ جاوا اور سماترا پر ہندوستانی تہذیب وتمدن کی گہری چھاپ لگی ہوئی تھی۔ [3] لمبے اور خوشبودار پتوں والا ایک درخت جس کا ہندی نام سبب نہیں معلوم ہوسکا۔

ہاتھ کے جل جائیں تو مجرم ٹھہرتا ہے اور قتل کے جرم میں ماخوذ ہو تو اس کو قتل کر دیا جاتا ہے اور اگر اس پر قرضہ کا دعویٰ ہو تو اس سے قرض ادا کرایا جاتا ہے، اگر وہ قلاش ہو تو حاکم اس کو بیچ ڈالتا ہے، اگر اس کا ہاتھ نہیں جلتا تو مقدمہ منسوخ کر دیا جاتا ہے اور مدعی کو جھوٹا قرار دیکر اس سے وہ رقم وصول کی جاتی ہے جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے۔

بزرگ بن شہریار[1] (دسویں صدی کا ربع ثالث) :-

بلاد ذہب[2] اور جاوا (زابج) کے راجاؤں کی درباری رسموں میں سے ایک رسم یہ تھی کہ اُن کے سامنے ہر پردیسی مسلمان کو چاہے وہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو اس کی رعایا کے ہر فرد کی طرح دو زانو ہو کر بیٹھنا پڑتا تھا اس رسم کا نام برسیلا ہے، اگر کوئی شخص راجہ کے سامنے پیر پھیلا دے یا دو زانو ہو کر نہ بیٹھے تو اس کے حسب حیثیت اس پر بھاری جرمانہ کیا جاتا ہے، اتفاق ایسا ہوا کہ جاوا (زابج) کے ایک راجہ کے دربار میں جس کا نام سری نات کلا (سرناتا کلم) تھا جہودکوتاہ نامی ایک بڑا جہاز کپتان آیا، یہ بہت سن رسیدہ آدمی تھا، اس کو راجہ کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھنا پڑا اور راجہ حاضرین سے باتیں کر رہا تھا، دیر ہو گئی لیکن راجہ نے جلسہ ختم نہیں کیا اور یہ بوڑھا کپتان دو زانو بیٹھے بیٹھے شل ہو گیا، اس نے راجہ کے سامنے ایک نئے موضوع پر گفتگو چھیڑ دی اور اپنی باتوں میں کنعد مچھلی کے حالات بیان کرنے لگا، اس نے کہا: عُمان میں ایک مچھلی ہوتی ہے جس کو کنعد کہتے ہیں، اس کی لمبائی اتنی ہوتی ہے، یہ کہہ کر اس نے اپنا پیر پھیلا دیا اور اپنی نصف ران پکڑ لی، اور بعض کنعد مچھلیاں اتنی لمبی ہوتی ہیں اور یہ کہہ کر اس نے دوسرا پیر پھیلا دیا اور اپنی کمر پکڑ لی، راجہ نے اپنے وزیر سے کہا: ضرور کوئی وجہ ہے کہ اس شخص نے ایسا کیا ہے، ہماری گفتگو میں اس کا مچھلی کا ذکر چھیڑ دینا خالی از علت نہیں۔ وزیر نے کہا: مہاراج، یہ شخص بوڑھا اور کمزور ہے اور دو زانو بیٹھنا اس کے لیے مشکل ہے، جب تھک

---

[1] عجائب الہند (پیرس) صفحہ ۱۵۴ و ۱۳۷-۱۳۸ -

[2] بلاد ذہب سے سماترا اور متعلقہ جزیرے مراد ہیں جہاں سونے کی کانیں تھیں۔

گیا تو اس نے پیر پھیلانے کے لیے بہانہ تلاش کر لیا۔ راجہ: مناسب ہے کہ ہم دو زانو بیٹھنے کی پابندی سے پردیسی مسلمانوں کو معافی دیدیں، چنانچہ مسلمانوں کے لیے یہ پابندی اٹھادی گئی اور وہ یہاں کے راجاؤں کے سامنے جس طرح چاہتے ہیں بیٹھتے ہیں۔

یوسف بن مہران سیرافی تاجر نے جو جاوا (زابج) کا سفر کر چکا تھا مجھ سے بیان کیا کہ میں نے مہاراجہ جاوا کے دارالسلطنت میں اتنے شاندار بازار دیکھے ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا، میں نے اس شہر کے صرافہ میں آٹھ سو صراف گنے، یہ ان کے علاوہ ہیں جو باقی بازاروں میں موجود ہیں، یوسف نے جزیرہ جاوا کی غیر معمولی آبادی اور رونق کی ایسی تفصیلات اور وہاں کے شہروں اور دیہاتوں کی اتنی بڑی تعداد بیان کی ہے جن کے اظہار سے زبان و قلم قاصر ہے۔ (باقی)

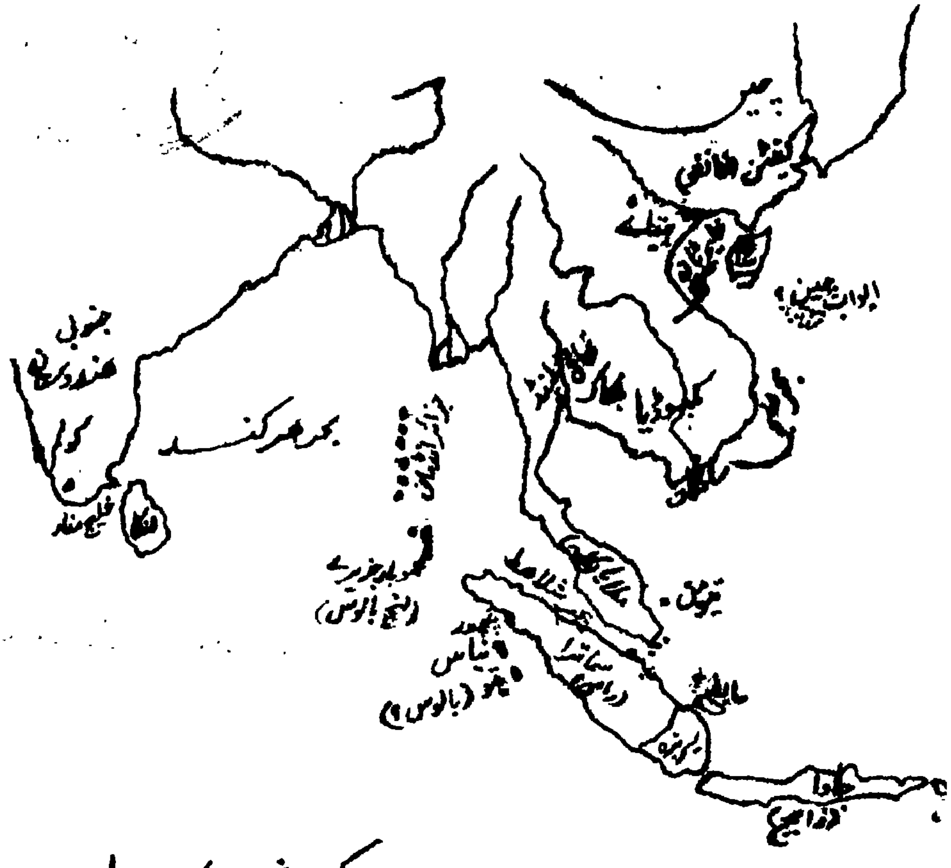

ایک انچ = چھ سو میل